**فالتفت للحسين ينظر ما يأمره فقال يا قيس انه امامي يعني الحسن.**

اے حسن اٹھیے اور بیعت کیجئے۔ یہ سن کر حضرت حسن اٹھے اور بیعت کر لی۔ پھر یہی بات حضرت حسین سے کہی چنانچہ یہ بھی اٹھے اور بیعت کر لی۔ پھر کہا اے قیس! اٹھو اور بیعت کرو تو انہوں نے حضرت حسین کی طرف دیکھا کہ وہ اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ اس پر حضرت حسین نے فرمایا: اے قیس! حضرت حسن میرے قائد ہیں (یعنی جب انہوں نے بھی بیعت کر لی اور میں نے بھی تو اب کیسی اجازت؟) (رجال کشی تحت تذکرہ قیس بن سعد ص ۱۰۲)

شیخ ابو جعفر الطوسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

**الا ا وانی قد بایعت هذا واشار بيده الی معاوية.**

یعنی حضرت حسن نے اپنے ہاتھ سے حضرت معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: خبردار میں نے ان سے بیعت کر لی ہے۔ (امالی جلد ۲ ص ۱۸۰ تحت مجلس یازدہم)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب بطریق استیلاء وتغلب ہرگز نہیں ہوا تھا بلکہ خلیفہ راشد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ان کے حق میں دست بردار ہو جانے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما، اہل حل وعقد اور عہد مرتضوی میں غیر جانبدار حضرات سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور صلحائے امت رحمہم اللہ کے بیعت کرنے کی وجہ سے اپنے پیش رو خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم ہی کے انتخاب کی طرح عمل میں آیا تھا۔

☆......☆......☆

مولانا حکیم محمود احمد ظفر　　　　آخری قسط

# خاندانِ فاروقی کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

## شیعہ حضرات کی کتابوں سے نکاح کا ثبوت:

یہ چند حوالہ جات تھے جو اہلِ سنّت والجماعت کی کتابوں سے دیے گئے، اہلِ سنّت میں سے کسی شخص کو اس نکاح کے معاملہ میں اختلاف نہیں۔ البتہ شیعہ حضرات میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس نکاح سے اختلاف کرتے ہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ ایک خاص ماحول میں اُن کی پرورش اور تربیت ہوئی ہے۔ اُس ماحول میں اُن کے لیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارہ میں کوئی نرم گوشہ اُن کے قلب میں نہیں۔ لہٰذا اُن کا ذہن یہ تصوّر بھی نہیں کرسکتا کہ جس شخص کو وہ اوّل روز سے ہی اہلِ بیت نبوّت کا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا داماد ہو جائے؟ لہٰذا انہوں نے طرح طرح کی تاویلیں شروع کردیں جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ذکر کی جائے گی۔ یہاں پر صرف شیعہ کتب سے چند حوالہ جات درج کیے جارہے ہیں۔ تاکہ متذکرۃ الصدر حضرات کے دلوں سے تشکیک وارتیاب کے کانٹے نکل جائیں۔

شیعہ حضرات کی حدیث کی معتبر ترین چار کتابیں ہیں جن کو صحاح اربعہ کہتے ہیں۔ ان چار کتابوں میں سے تین کتابوں میں اس نکاح کی تصدیق کی روایات موجود ہیں۔ ان میں سے صرف ایک کتاب ’’**من لا یحضرہ الفقیہ**‘‘ میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔ ان صحاح اربعہ میں سے بھی معتبر کتاب ’’الکافی‘‘ ہے جو اصول اور فروع دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تصدیق امام معصومؒ نے کی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کی ہر روایت صحیح بلکہ صحیح ترین ہے۔

ا۔　　اسی کافی میں ہے کہ:

’’**عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السّلام قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنھا زوجھا تعتدّ فی بیتھا او حیث شأت؟ قال بل حیث شأت انّ علیًّا صلوٰۃ اللّٰہ علیہ لمّا توفّی عمر اتی کلثوم فانطلق بھا الیٰ بیتہ.**‘‘

معاویہ بن عمار روای کہتا ہے کہ میں نے سیدنا جعفر صادقؒ سے پوچھا کہ خاوند فوت ہو جائے تو وہ اپنی عدّت کے ایّام کہاں گزارے؟ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے؟ سیدنا جعفر صادق نے جواب دیا وہ جہاں چاہے ایّامِ عدت گزار سکتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عمر بن الخطاب انتقال فرما گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم (زوجۂ عمر رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے اور اس کو اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ (فروعِ کافی، جلد:۲،ص:۳۱۱، نول کشور)

اسی مضمون کی ایک اور روایت اسی کتاب میں اسی صفحہ پر سلمان بن خالد سے مروی ہے جو اوپر والی روایت کی تائید کرتی ہے۔

۲۔　اسی مضمون کی ایک اور روایت حدیث کی دوسری معتبر کتاب ''الاستبصار'' میں اسی سلمان بن خالد سے ان الفاظ سے میں منقول ہے۔

**عن سليمان بن خالد قال سئالت ابا عبدالله عليه السلام عن امرأة توفّى عنها زوجها اين تعتدّ في بيت زوجها أو حيث شأت؟ قال بل حيث شأت ثم قال انّ عليا عليه السلام لمّا مات عمر اتى اُمّ كلثوم فاخذ بيدها فانطلق بها الىٰ بيته.**

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا جعفر الصادقؒ سے اُس عورت کے بارہ میں مسئلہ پوچھا جس کا خاوند انتقال کر گیا ہو کہ وہ اپنی عدت اپنے خاوند کے گھر گزارے یا جہاں چاہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ جہاں وہ چاہے۔ پھر فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عمر کا انتقال ہوا تو سیدنا علی اُمّ کلثوم کے پاس آئے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر گھر لے گئے۔ (الاستبصار، کتاب الطلاق باب المتوفی عنہا زوجہا)

۳۔　تہذیب الاحکام جو کہ صحاح اربعہ میں سے ایک ہے، اس کے مصنف ایک مسئلہ کے ضمن میں سیدنا جعفر صادقؒ، سیدنا محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

**ماتت اُمّ كلثوم بنت على و ابنها زيد بن عمر بن الخطاب فى ساعة واحدة لا يدرى ايّهما هلك قبل فلم يورث احدهما من الأخر وصلّى عليهما جميعا.**

سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحبزادے زید بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک ہی لمحہ میں فوت ہوئے اور یہ پتہ نہیں چل سکا کہ کون پہلے فوت ہوا۔ لہٰذا ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جا سکا۔ اور ان دونوں پر اکٹھی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (تہذیب الاحکام، کتاب المیراث، جلد:۹، ص:۳۶۳)

۴۔　فقہ جعفریہ کی ایک مشہور کتاب ''شرائع الاسلام'' ہے۔ اس کے مصنف علامہ الحلّی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ کیا غیر کفو میں نکاح جائز ہے؟ جواب میں لکھا ہے کہ:

**و يجوز نكاح الحرّة العبد والعربية العجمى والهاشمية غير الهاشمى.**

آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ، عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح درست ہے۔ (شرائع الاسلام، کتاب المیراث، جلد:۹)

شیعہ حضرات کے کسی عام عالم نے نہیں بلکہ الشہید الثانی شیخ علامہ زین الدین احمد العاملی نے اُس کی ایک ضخیم شرح لکھی۔ اس شرح میں متن کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

**وزوّج النبى ابنتية عثمان و زوّج ابنته زينب بابى العاص بن الربيع و ليسا من بنى هاشم و كذالک زوّج على ابنتة اُمّ كلثوم من عمر و تزوّج عبدالله بن عمر و بن عثمان فاطمة بنت الحسين و تزوّج مصعب ابن الزبير اختها سكينة و كلّهم من غير بنى هاشم.**

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا اور دوسری صاحبزادی کا نکاح سیدنا ابوالعاص بن الربیع سے، حالانکہ یہ دونوں بنو ہاشم میں سے نہ تھے۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُمّ کلثوم کا نکاح سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کیا اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ اور ان کی ہمشیرہ سیدہ سکینہ بنت الحسین کا نکاح سیدنا مصعب ابن زبیر سے ہوا۔ یہ سارے کے سارے غیر بنی ہاشم میں سے تھے۔ (مسالک الافہام، شرح شرائع الاسلام کتاب النکاح باب واحق العقد، ایران)

شیعہ محدثین اور فقہا نے اس نکاح پر چار مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔ اور ان چار مسائل میں اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

۱۔ پہلا مسئلہ یہ کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت ایام عدت کہاں گزارے؟ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے۔ اس مسئلہ میں بھی اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا کہ ضروری نہیں کہ اپنے خاوند کے گھر ہی ایام عدت گزارے، بلکہ جہاں چاہے گزارے۔ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُن کی زوجہ اور اپنی صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثوم کو اپنے گھر لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے اپنی عدّت کے دن گزارے۔

۲۔ دوسرے وراثت کے مسئلہ میں اس کو بطور دلیل پیش کیا گیا۔ کیونکہ سیّدہ اُم کلثوم اور ان کے بیٹے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا، لہٰذا معلوم نہیں ہوسکا کے کون کس کا وارث تھا؟

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت کا جنازہ اکٹھا ہو جائے تو دونوں پر ایک ہی نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ اور دلیل میں سیدہ اُمّ کلثوم اور زید بن عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو پیش کیا گیا کہ ان دونوں پر حضرات حسنین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسری روایت کے مطابق سعید بن العاص الاموی رضی اللہ عنہ نے اکٹھی نماز جنازہ پڑھائی۔

۴۔ چوتھا مسئلہ یہ کہ کیا بنو ہاشم کی عورت کا غیر بنی ہاشم میں نکاح جائز اور درست ہے؟ اس مسئلہ کے جواز کے لیے بھی بطور دلیل فقہائے شیعہ نے اس واقعہ کو پیش کیا ہے کہ اگر بنو ہاشم کی عورت کا نکاح غیر بنی ہاشم میں جائز نہ ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم کو جو سیدہ فاطمہ کے بطن سے تھیں غیر ہاشمی شخص امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیوں بیاہ دیتے؟ اگر ان دونوں کے نکاح کا واقعہ غلط ہے تو پھر یہ مسائل بھی غلط ہیں جن کی اس واقعہ پر بنیاد رکھی گئی ہے۔

۵۔ نہج البلاغۃ کی شرح ابن ابی الحدید میں سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ ہونے کو کئی جگہوں پر نقل کیا گیا ہے۔ ایک جگہ تو عطر اور خوشبو کے سلسلہ میں اس چیز کو یوں بیان کیا:

**وجّہ عمر الی ملک الرّوم بریداً فاشترت اُمّ کلثوم امرأۃ عمر طیباً بدنانیر و جعلتہ فی قارورتین واھدتھما الی امرأۃ ملک الروم فرجع البرید الیھا و معہ ملاء قارورتین جواھر فدخل الیھا عمر و قد صبّت الجواھر فی حجرھا فقال من این لک؟ فاخبرتہ فقبض علیہ و قال ھذا للمسلمین.**

**قالت کیف و ھو عوض ھدیتی قال بینی و بینک ابو کِ فقال علی علیه السلام لکِ منه بقیمة دینار کِ و الباقی للمسلمین جملة لان برید المسلمین حمله.** (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید، جلد:۴، ص:۵۷۵، بیروت)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بادشاہِ روم کی طرف ایک ایلچی بھیجا۔ اُمّ کلثوم زوجۂ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چند دینار کی خوشبو لے کر اور دو شیشیوں میں بھر کر بادشاہِ روم کی بیوی کو تحفہ کے طور پر بھیجی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایلچی واپس آیا تو وہ اس خوشبو کے بدلے میں دو شیشیاں جواہر کی بھری ہوئی لایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا جبکہ اُن کی زوجۂ محترمہ سیدہ اُمّ کلثوم ان موتیوں کو اپنی جھولی میں لیے بیٹھی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ موتی کہاں سے آئے؟ سیدہ اُمّ کلثوم نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ سارے موتی پکڑ لیے اور فرمایا یہ سب مسلمانوں کے ہیں (صرف تمہارے نہیں) سیدہ اُمّ کلثوم نے کہا یہ کیسے؟ کیونکہ یہ تو میرے ہدیے کا معاوضہ ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اس کا فیصلہ میرے اور تمہارے درمیان تمہارے ابا (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کریں گے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان موتیوں میں سے تمہارے دینار کی قیمت کے موتی تمہارے ہیں اور بقیہ تمام مسلمانوں کے ہیں کیونکہ مسلمانوں کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔

اسی کتاب میں ایک اور واقعہ نقل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی بیعت نہ کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر بیعت کے لیے کہا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر دوسرے سب حضرات نے آپ کی بیعت کر لی تو میں بھی کر لوں گا۔ پہلے روز بھی یہی بات ہوئی اور دوسرے روز بھی۔ لیکن تیسرے روز ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے آکر یہ کہا:

**ان ابن عمر قد خرج الیٰ مکّة یفسد الناس علیک فامر بالبعث فی اثرہ. فجاء ت اُم کلثوم ابنته فسألته و ضرعت الیه فیه و قالت یا امیر المؤمنین ان خرج الیٰ مکة لیقیم بھا و انه لیس بصاحب سلطان و لا ھو من رجال ھذا الشأن و طلبت الیه ان یقبل شفاعتھا فی امرہ لانه ابن بعلھا فاجابھا و کف عن البعثة الیه.**

کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف لوگوں کو آپ کی خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے چلا گیا ہے۔ پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُس کے پیچھے کسی شخص کو بھیجنے کا حکم فرمایا۔ (یہ بات سن کر) سیدہ اُم کلثوم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ کی پاس آئی اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سفارش کی اور کہا، اے امیر المؤمنین! اگر عبداللہ رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف چلا گیا ہے تو وہاں رہنے کے لیے گیا ہے۔ آپ کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کے لیے نہیں گیا کیونکہ وہ کوئی صاحبِ اقتدار نہیں ہے اور نہ اس مزاج کا ہے۔ اور سیدہ اُم کلثوم نے چاہا کہ عبداللہ کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے۔ کیونکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اُن کے خاوند (عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہے، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ اُم کلثوم کی سفارش قبول کر لی اور عبداللہ کے پیچھے آدمی بھیجنے سے رک گئے۔ (ابن ابی الحدید، جلد:۴، ص:۱۱، مصر)

ابن ابی الحدید نے شیعہ ہونے کے باوجود سیدہ اُمّ کلثوم کے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نکاح کے واقعہ کو مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر نقل کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ اس نکاح کے انعقاد میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور اہلِ بیتِ نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں دوستانہ بھائی چارے کی فضا میں زندگی گزارتے تھے۔ کیونکہ رشتہ داری دوست اور بھائی بند ہی آپس میں کرتے ہیں۔ دشمن اور آپس میں عداوت رکھنے والے تو آپس میں دامادی اور سمدھی ہونے کے تعلقات استوار نہیں کرتے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، جلد:۷، ص:۱۳۹، جلد:۱۲، ص:۷۶، مصر۔ جلد:۴، ص:۵۷۵، جلد:۳، ص:۱۲۴، بیروت)

شیعہ حضرات کی مختلف کتابوں سے یہ صرف چند حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں، وگرنہ قریباً ہر کتاب میں کسی نہ کسی رنگ میں اس نکاح کا اقرار موجود ہے۔ طوالت کے خوف سے صرف اختصار کو اختیار کیا گیا ہے۔

**ایک شبہ کا ازالہ:**

بعض حضرات نے اپنی بھیڑوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے اس نکاح کا تو انکار نہیں کیا، لیکن اُن کے اذہان میں یہ شبہ ڈالنے کی سعی ناکام کی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چونکہ صاحبِ اقتدار تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ رعایا۔ لہٰذا یہ نکاح تو ضرور ہوا لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جبر واکراہ سے اپنی صاحبزادی کا نکاح اُن سے کر دیا۔ دلی طور پر نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس نکاح سے راضی تھے اور نہ ہی اُن کی صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثوم۔ یہ شبہ اور اس نکاح کی یہ تاویل اس قدر واہی اور کمزور ہوا ہے کہ کوئی سمجھدار اور پڑھا لکھا آدمی تو کجا، ایک جاہل اور احمق شخص بھی اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور ''جاہل گفت ابلہ باور کرد'' کی مثال اس پر منطبق ہوتی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اسد اللہ الغالب تھے۔ شیرِ خدا تھے، کوئی بزدل تھوڑے تھے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر کر اور خوف زدہ ہو کر اپنی لڑکی اُن کو بیاہ دیتے۔ وہ تو خیر القرون تھا، اس گئے گزرے دور میں بھی کوئی شخص اپنے دشمن سے اپنی لڑکی نہیں بیاہتا۔ لاکھ دھونس اور دھاندلی ہو، ایک نادار اور قلاش بلکہ کمزور اور ناتواں شخص بھی اپنی غیرت کے لیے مر جاتا ہے۔ دوسرے خاندان نہ سہی خاندانِ بنو ہاشم ہی کے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد اس وقت موجود تھی جو اس معاملہ میں مزاحمت کر سکتی تھی لیکن تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ کسی نے بھی ذرہ برابر مزاحمت نہ کی، بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خاندانِ نبوّت سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی خواہش کو پوری خوش دلی سے پورا کیا۔ پھر یہ کہنا کہ:

**فامّا تزویجه بنته فلم یکن ذالک عن اختیار والخلاف فیه مشهور.** (کتاب الشافی، ص:۱۶، ایران)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی کا نکاح کرنا اپنی مرضی اور اختیار سے نہ تھا۔ اور اس میں اختلاف مشہور ہے۔

یہ بے اختیاری اور مجبوری کس وجہ سے تھی؟ یہ وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ کیونکہ یہ تو کہہ دیا گیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ نکاح بے اختیاری سے کیا لیکن کوئی عذر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے نہ کہلوایا گیا کہ میں اس وجہ سے اپنی بچی کی شادی آپ سے نہیں کرنا چاہتا۔ یعنی یہ کہ میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔ یا آپ کی عمر زیادہ ہے اور اُمّ کلثوم کی عمر کم ہے یا آپ

بدصورت ہیں۔ اس قسم کا کوئی عذر بھی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان نہیں کیا۔ بلکہ تاریخ کے اوراق یہ بتاتے ہیں کہ ادھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا، اُدھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول فرمالیا۔ یہ چیز اس بات کی صریحاً غمازی کرتی ہے کہ یہ رشتہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے برضا ورغبت کیا اور بنی عدی اور بنو ہاشم کے مابین رشتۂ مؤدت و محبت کو استوار اور پختہ کرنے کے لیے کیا۔ اور اس لیے کیا کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسلمان تھے۔ چنانچہ شیعہ حضرات نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جب پوچھا گیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کیوں بیاہ دی؟ تو جواب دیا گیا کہ:

''بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزبان واقرار بفضل حضرت امیر می کرد''

اس لیے یہ نکاح کیا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ دوشہادتوں (توحید ورسالت) کا اقرار کرتے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کے بھی قائل تھے۔

(مجالس المؤمنین، جلد:۱،ص:۴۵۱، تہران، مناقب شہرآشوب ص:۲۷۵ بیروت، تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین، جلد:۱،ص:۲۸۷، دہلی)

پھر ہمیں تاریخ کے اوراق میں یہ بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ اُمّ کلثوم نے ایک بات پر اپنے میکے آکر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے ابا سے شکایت کی (وہ شکایت بھی یار لوگوں نے فرضی بنائی ہوئی ہے) تو جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

''اے فرزند! اوشوہرِ تُست۔ اے بیٹی! وہ تیرا شوہر ہے۔ (اُس کی شکایت نہیں کرنی چاہیے)

تاریخ اس بات کی بھی شہادت دیتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس نکاح سے غرض وغایت نہ کوئی دشمنی تھی اور نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی انتقام لینا تھا بلکہ اُن کا مقصدِ نکاح صرف اور صرف خاندانِ نبوّت سے اپنا ازدواجی رشتہ منعقد کرنا تھا۔ چنانچہ سیدہ اُم کلثوم سے نکاح کے بعد انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم (مہاجرین وانصار) سے فرمایا کہ مجھے ''مبارک باد دو'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس بات کی مبارک باد؟ فرمایا:

**تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول کلّ سبب و نسب و صھر ینقطع یوم القیامۃ الاّ سببی و نسبی و صھری.**

میں نے اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے شادی کر لی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا، کل قیامت کو ہر تعلق اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ صرف میرا تعلق، نسب اور سسرالی رشتہ باقی رہے گا۔ (ابن ابی الحدید، جلد:۳،ص:۱۲۴، بیروت۔ ناسخ التواریخ، تاریخ الخلفاء، جلد:۲،ص:۲۹۶۔ مستدرک حاکم، جلد:۳،ص:۱۴۲۔ کتاب الخصال لابن بابویہ القمی، ص:۱۲۳۔ کنز العمال، جلد:۷،ص:۹۸ طبع قدیم)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مومن اور اپنا محبّ سمجھتے ہوئے اپنی